(صرف احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے)

حضرت مسیح موعود و مہدئ معہود ؑ کی صداقت

کی

ایک عظیم الشان دلیل

نصرتِ الٰہی

از

افاضات

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نصرتِ الٰہی

(ایک)دلیل آپ کی صداقت کی کہ یہ دلیل بھی درحقیقت بہت سے دلائل پر مشتمل ہے نصرت الٰہی ہے مامور ومرسل درحقیقت اللہ تعالیٰ کے پیاروں میں سے ایک پیارا ہوتا ہے اور اسکی صداقت ثابت نہیں ہوسکتی جب تک کہ خدا تعالیٰ کا اس کے ساتھ وہ سلوک نہ ہو جو پیاروں اور محبوبوں سے ہوا کرتا ہے۔

اگر کوئی شخص دعوائے ماموریت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک محبوبوں اور پیاروں والا سلوک نہیں تو وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ اپنا نائب بنا کر بھیجے اور پھر اس کے ساتھ اپنی محبت کا کوئی نمونہ نہ دکھائے اور نہ اس کی مدد کرے۔ دنیا کے بادشاہ بھی جب کسی کو اپنا نائب بنا کر بھیجتے ہیں تو اس کی مدد کرتے ہیں اور اس کی طرف خیال رکھتے ہیں اور جب بھی اس کو ضرورت ہو اس کی نصرت کے لئے سامان بہم پہنچاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ جس کے خزانے وسیع ہیں اور جو عالم الغیب ہے کیوں اپنے ماموروں کی مدد نہ کرے گا اور اگر کوئی شخص دعوائے ماموریت کرے اور اس کی خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید ہو اور مدد ہو اور خاص نصرت اللہ تعالیٰ کی اس کو پہنچے تو وہ شخص سچا اور راستباز ہے کیونکہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ایک راستباز کو اللہ چھوڑ دے اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک جھوٹے اور شریر سے اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ کرے اور وہ اس کے بندوں کو گمراہ کرتا پھرے اور یہ بات تو اور بھی خلاف عقل ہے کہ ایسے جھوٹے کی اللہ تعالیٰ مدد کرے اور اس کے لئے اپنی نصرت کے دروازے کھول دے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (المجادلہ:۲۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر فرض کر دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب

رہیں گے۔ وہ قوت والا اور غالب ہے۔ پس اس نے اپنی قوت اور غلبہ کے اظہار کے لئے یہ قانون بنا دیا کہ جب اس کا کلام لے کر اس کے رسول مبعوث ہوں تو وہ ان کو غلبہ دے۔ کیونکہ اگر وہ ان کو غالب نہ کرے تو اس کی قوت اور عزت میں لوگوں کو شبہ پیدا ہو جائے گا۔

اسی طرح فرماتا ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْھَادُ (المومن:۵۲) ہم ضرور اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ہمارے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں مدد کیا کرتے ہیں اور فرماتا ہے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (الحشر:۷) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جن لوگوں پر چاہتا ہے تسلط عطا کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔

یہ تو اس مضمون کی آیات ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غلبہ عطا فرماتا ہے اور ان کو دوسرے لوگوں پر تسلط عطا فرماتا ہے خواہ جسمانی اور روحانی طور پر خواہ صرف روحانی طور پر، ان کے سوا قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی جھوٹا دعویٰ ماموریت اور رسالت کا کرے تو اس کو سزا بھی ملتی ہے اور وہ کسی صورت میں ہلاکت سے بچ نہیں سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ. لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ. ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ (الحاقہ:۴۵تا۴۷) یعنی اگر یہ رسول جان بوجھ کر ہم پر جھوٹ باندھ رہا ہوتا، تو ہم اس کا دایاں بازو پکڑ لیتے اور اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ یعنی اس کی نصرت اور تائید کا دروازہ بند کر دیتے اور اسے ہلاکت کا منہ دکھاتے۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِباً اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (الانعام:۲۲) اور اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ظالم کامیاب نہیں ہوتے یعنی جب کہ ظالم کامیاب نہیں ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کا گنہگار جو

سب قسم کے روحانی ظالموں سے زیادہ ظالم ہے کب کامیاب ہوسکتا ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قانون جاری ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے رسولوں کی نصرت کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے اور دوسرا یہ کہ جو لوگ یہ جانتے ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء کر رہے ہیں ایک بات جھوٹ بنا کر پیش کر دیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نہیں ملتی بلکہ وہ ہلاک کئے جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ جو بات پہلے میں نے عقلاً ثابت کی تھی، قرآن کریم بھی اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اسے سنت اللہ قرار دیتا ہے۔

اس سنت الٰہیہ اور ازلی قانون کے مطابق ہم حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے پر غور کرتے ہیں تو آپ کی صداقت ہمیں روز روشن کی طرح ثابت نظر آتی ہے اور آپ کی کامیابی کو دیکھ کر اس امر میں کسی قسم کا شک وشبہ ہی نہیں رہتا کہ آپؑ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور مرسل ہیں۔

پیشتر اس کے کہ یہ دیکھا جائے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا نصرتیں اور تائیدیں حاصل ہوئیں۔ یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ آپ نے کن حالات کے ماتحت دعویٰ کیا تھا۔ یعنی وہ کون سے سامان تھے جو آپ کی کامیابی میں ممد ہو سکتے تھے (۲) آپ کے راستے میں کیا کیا روکیں تھیں (۳) آپ کا دعویٰ کس قسم کا تھا، یعنی کیا دعویٰ بطور خود ایسی کشش رکھتا تھا جس کی وجہ سے آپؑ کو ظاہری سامانوں پر نظر کرتے ہوئے کامیابی کی امید ہو سکے۔

سوالِ اوّل کا جواب یہ ہے کہ گو آپؑ ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ایسا ہونا ضروری تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مامور ہمیشہ اعلیٰ خاندانوں میں سے ہوتے ہیں، تاکہ لوگوں پر ان کا ماننا دوبھر نہ ہو، مگر آپ کا خاندان دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے اپنی پہلی شوکت کو بہت حد تک کھو چکا تھا وہ اپنے علاقہ کے خاندانوں میں سے غریب خاندان تو نہیں کہلا سکتا مگر اس کی پہلی شان وشوکت

اور حکومت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ ایک غریب خاندان تھا، کیونکہ اس کی ریاست اور جاگیر کا اکثر حصہ ضائع ہو چکا تھا۔ اوّل الذکر (یعنی ریاست) سکھوں کے عہد میں ضبط ہو گئی تھی اور ثانی الزکر (یعنی جاگیر) انگریزی حکومت کے آنے پر ملحق کر لی گئی تھی۔ پس دنیاوی وجاہت اور مال کے لحاظ سے آپ کو کوئی ایسی فوقیت حاصل نہ تھی جس کی وجہ سے یہ کہا جا سکے کہ لوگوں نے اپنی اغراض اور اپنے مقاصد کے پورا کرنے کے لئے آپ کو مان لیا۔

گو آپ کے والد صاحب نے استاد رکھ کر آپ کو تعلیم دلوائی تھی لیکن وہ تعلیم اس تعلیم کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھی جو مدارس میں دی جاتی ہے اس لئے آپ اپنے علاقہ میں یا اپنے علاقہ سے باہر مولویوں اور عالموں میں سے نہیں سمجھے جاتے تھے۔ پس یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بوجہ بڑے عالم ہونے کے آپؑ کو لوگوں نے مان لیا۔

آپؑ پیروں یا صوفیوں کے کسی خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے نہ آپؑ نے کسی پیر یا صوفی کی بیعت کر کے اس سے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا کہ یہ سمجھا جائے کہ خاندانی مریدوں یا اپنے پیر بھائیوں کی مدد سے آپؑ کو یہ کامیابی حاصل ہو گئی۔

آپؑ کسی عہدۂ حکومت پر ممتاز نہ تھے کہ یہ سمجھا جائے کہ آپؑ کے اختیارات سے فائدہ اٹھانے کے لئے لوگ آپؑ کے ساتھ مل گئے۔

آپؑ ایک تارک الدنیا۔ لوگوں سے علیحدہ رہنے والے آدمی تھے۔ جن کو خلوت نشینی کے باعث قرب وجوار کے باشندے بھی نہیں جانتے تھے صرف چند لوگوں سے آپؑ کے تعلقات تھے جن میں سے زیادہ تر تو یتیم اور مسکین لوگ تھے جن کو آپؑ اپنے کھانے میں سے کھانا دے دیا کرتے تھے یا خود فاقہ سے رہ کر اپنی روٹی ان کو کھلا دیتے تھے یا پھر چند وہ لوگ تھے جو مذہبی تحقیق سے دلچسپی رکھتے تھے۔ باقی کسی شخص سے آپ کا تعلق نہ ہوتا۔ نہ آپؑ لوگوں سے ملتے تھے۔ نہ لوگوں کو ضرورت

ہوتی تھی کہ آپ سے ملیں۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ممکن سے ممکن جو روکیں ہوسکتی ہیں وہ آپؑ کے راستے میں تھیں۔ آپؑ کا دعویٰ ماموریت کا تھا اور آپ کے دعوے کو سچا مان کر علماء کی حکومت جو انہیں سینکڑوں سال سے لوگوں پر حاصل تھی جاتی رہتی تھی۔ اس لئے علماء کو طبعاً آپ سے مخالفت تھی۔ وہ آپؑ کی ترقی میں اپنا تنزل اور آپ کے بڑھنے میں اپنا زوال دیکھتے تھے وہ جانتے تھے کہ اگر ایک شخص خدا سے خبر پا کر دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوگیا تو پھر ہمارے قیاسات کو کون پوچھتا ہے۔

گدی نشین آپ کے دشمن تھے کیونکہ آپ کی صداقت کے پھیلنے سے ان کے مرید ان کے ہاتھوں سے جاتے تھے اور بجائے شیخ اور رہبر کہلانے کے ایک دوسرے شخص کا مرید بن کر ان کو رہنا پڑتا تھا اور پھر مریدوں کے جانے کے ساتھ ان آمدنیوں میں بھی فرق آتا تھا۔ جن پر ان کا گذارہ تھا اور ان آزادیوں میں بھی فرق آتا تھا جنہیں وہ اپنا حق سمجھتے تھے۔

امراء کو بھی آپؑ سے مخالفت تھی کیونکہ آپ احکام اسلام کی پابندی کرواتے تھے اور ان کو اس قسم کی پابندی کی عادت نہ تھی اور اسے وہ وبال جان سمجھتے تھے اور پھر یہ بھی تھا کہ آپؑ بنی نوع انسان کے ساتھ نیک سلوک اور ہمدردی کا حکم دیتے تھے جس کی وجہ سے امراء کو خیال تھا کہ آپ کی تعلیم کے پھیلنے سے وہ غلامی کی حالت جو لوگوں میں پیدا ہے دور ہو جائے گی اور ان کی نظر وسیع ہو کر ہماری حکومت جاتی رہے گی۔

غیر مذاہب کے لوگ بھی آپ کے دشمن تھے کیونکہ ان کو آپؑ میں وہ شخص نظر آرہا تھا جس سے ان کے مذاہب کی ہلاکت مقدر تھی۔ جس طرح ایک بکری ایک شیر سے طبعی منافرت رکھتی ہے اسی طرح غیر مذاہب کے لوگ آپ سے کھچاوٹ محسوس کرتے اور کوشش کرتے تھے کہ جس قدر جلد ہو سکے آپ کو مٹا دیں۔

حکام وقت بھی آپ کے مخالف تھے کیونکہ وہ بھی مسیح ومہدی کے ناموں سے خوفزدہ تھے اور پرانی روایات کے اثر سے متاثر ہوکر ان ناموں والے شخص کی موجودگی اور فساد کے پھیلنے کو لازم وملزوم سمجھتے تھے۔آپ کا اظہار وفاداری ان کے لئے تسلی کا موجب نہ تھا، کیونکہ وہ اسے موقع شناسی پر محمول کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ جب ان کو طاقت حاصل ہوجائے گی اس وقت یہ ان خیالاتِ امن کو شاید چھوڑ دیں۔

عوام الناس کو بھی آپ سے مخالفت تھی۔کیونکہ اوّل تو وہ علماء یا پیروں یا امیروں یا پنڈتوں یا پادریوں کے ماتحت ہوتے ہیں۔دوم وہ بوجہ جہالت رسم وعادات کے ہرنئی بات کے سخت مخالف ہوتے ہیں۔ان کے نزدیک آپ کا دعویٰ ایک نیا دعویٰ اور (دین حق) میں رخنہ اندازی کا موجب تھا۔ اس لئے وہ کچھ تو اپنے سرداروں کے اشاروں پر اور کچھ اپنی جہالت کی وجہ سے آپ کے مخالف تھے۔

ان تمام گروہوں نے اپنی اپنی جگہ پر آپ کے تباہ کرنے کے لئے پورا پورا زور لگایا۔علماء نے کفر کے فتوے تیار کئے اور مکہ اور مدینہ تک اپنے کفر ناموں پر دستخط کرانے کے لئے گئے۔اپنی عادتِ مستمرہ کے ماتحت کفر کے عجیب وغریب موجبات انہوں نے تلاش کئے اور لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکایا اور اکسایا۔

صوفیاء نے آپ کے طریق کو پچھلے طریقوں کے مخالف بتا بتا کر اور اپنے قرب الی اللہ اور معرفت کی لافوں سے ڈرا ڈرا کر عوام الناس کو روکا اور جھوٹے افسانوں کے پھیلانے اور فریب کی کرامتیں دکھانے تک سے بھی گریز نہ کیا اور بعض نے تو اپنے مریدوں سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر یہ سچے ہوئے تو ان کے نہ ماننے کا گناہ ہم اٹھالیں گے تم لوگ کچھ فکر نہ کرو اور اس طرح جہان کو گمراہ کیا۔

امراء نے اپنی دولت اور اپنی وجاہت سے آپ کے خلاف کوشش شروع کی۔غیر مذاہب والوں نے اپنی جگہ مسلمانوں کا ہاتھ بٹایا، حکومتوں نے اپنے اقتدار سے کام لے کر لوگوں کو آپ سے

ڈرانا شروع کیا اور جو لوگ آپ کو ماننا چاہتے ان کو اپنی ناراضگی کا خوف دلا کر باز رکھنا چاہا۔عوام الناس بائیکاٹ اور ایذا رسانی سے کام لے کر اپنے سرداروں کا ہاتھ بٹاتے رہے۔

غرض آپ کی مخالفت کے لئے تمام لوگ کیا مسلمان کہلانے والے اور کیا غیر مسلمان سب جمع ہو گئے اور سب نے ایک دوسرے کی مدد کی۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ آپ کی تعلیم بھی ایسی نہ تھی جو زمانے کے حالات کے مطابق ہو اور اس کی رو میں بہنے والی ہو، اگر وہ خیالات زمانہ کے مطابق ہوتی تو بھی کہا جا سکتا تھا کہ آپ کی ترقی آسمانی مدد سے نہیں بلکہ اس سبب سے ہے کہ جن خیالات کو آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ وہ اس زمانے کے خیالات کے مطابق تھے۔پس لوگوں نے ان کو اپنے اندرونی احساسات کے مطابق پا کر قبول کر لیا۔زمانے کے مطابق خیالات دو قسم کے ہوتے ہیں یا تو وہ کثیر آبادی کے خیالات کے مطابق ہوں یا وہ کثیر آبادی کے خیالات کے تو مخالف ہوں، مگر ان خیالات کی تائید میں ہوں جو اس وقت کے دنیاوی علوم کا نتیجہ ہوں۔اوّل الذکر قسم کے خیالات کا پھیلانا تو بہت آسان ہوتا ہے لیکن ثانی الزکر قسم کے خیالات بھی گو ابتداءً مخالفت کا منہ دیکھتے ہیں مگر چونکہ علوم جدیدہ کا لازمی نتیجہ ہوتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد علوم جدیدہ کے فروغ کے ساتھ ساتھ پھیلتے جاتے ہیں۔

حضرت اقدسؑ کے خیالات ان دونوں قسم کے خیالات کے مخالف تھے۔آپ ان تعلیموں کی طرف لوگوں کو بلا رہے تھے جو نہ رائج الوقت خیالات کے مطابق تھیں اور نہ علوم جدیدہ کی تعلیم کے ذریعے جو خیالات پھیل رہے تھے ان کے مطابق تھیں اس لئے آپ کو دونوں فریق سے مقابلہ درپیش تھا۔ پرانے خیالات کے لوگوں سے بھی اور جدید خیالات کے لوگوں سے بھی۔قدامت پسند آپ کو ملحد قرار دیتے تھے اور علوم جدیدہ سے تعلق رکھنے والے لوگ آپ کو تنگ خیال اور رجعت قہقری کا ممد قرار دیتے تھے کیونکہ آپ اگر ایک طرف حیات مسیح، قصص و روایات باطلہ ملائکہ کے متعلق عوام الناس کے خیالات۔نسخ قرآن، دوزخ و جنت کے متعلق عوام الناس کے خیالات اور شریعت میں

تنگی کے خلاف نہایت شدت سے وعظ کرتے تھے تو دوسری طرف احکام شریعت کی لفظاً پابندی، سود کی حرمت، ملائکہ کے وجود، دعا کے فوائد، جنت و دوزخ کے حق ہونے، الہام کے لفظ مقررہ میں نازل ہونے اور معجزات کے حق ہونے کی تائید میں زور دیتے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ نئے اور پرانے خیالات کے گروہوں میں کسی طبقہ سے بھی آپ کے خیالات نہیں ملتے تھے۔ پس یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ آپ کے خیالات رائج الوقت یا آئندہ رواج پانے والے خیالات کی ترجمانی کرتے تھے اس وجہ سے مقبول ہوئے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ نہ تو آپؑ کی ذاتی حالت ایسی تھی کہ آپؑ کا دعویٰ قبول کیا جاتا نہ آپ کا راستہ پھولوں کی سیج پر سے تھا کہ آپ کو اپنے مطلب میں کامیابی حاصل ہوتی اور نہ وہ خیالات جو آپؑ لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے ایسے تھے کہ ان سے لوگوں کے خیالات کی ترجمانی ہوتی ہو کہ لوگ آپؑ کو مان لیں۔ پس باوجود ان تمام مخالف حالات کے اگر آپؑ نے کامیابی حاصل کی تو یہ ایک خدائی فعل تھا نہ کہ دنیاوی اور طبعی سامانوں کا نتیجہ۔

ان حالات کے بیان کرنے کے بعد میں آپ کی کامیابیوں کا ذکر کرتا ہوں۔ میں بتا چکا ہوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت بیان فرمائی ہے کہ وہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والوں کو لمبی مہلت نہیں دیا کرتا، مگر آپؑ کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ان الہامات کے شائع کرنے کے بعد جن میں آپؑ نے مصلح ہونے کا اعلان کیا تھا قریباً چالیس سال زندہ رہے اور ہر طرح اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت پاتے رہے۔ اگر مفتری علی اللہ بھی اس قدر مہلت پا سکتا ہے اور ہلاکت سے بچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نصرت پاتا ہے تو پھر **نعوذ باللہ من ذلک** یہ ماننا پڑے گا کہ وَلَوْتَقَوَّلَ والی آیت میں جو معیار بتایا گیا ہے وہ غلط ہے اور یہ کہ رسول کریم ﷺ کا دعویٰ بے ثبوت رہا ہے۔ اگر یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اسی دلیل کے ماتحت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے الہامات شائع کرنے کے اس قدر عرصہ بعد تک ہلاکت سے بچایا جانا اس امر

کا ثبوت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے۔

جس وقت آپؑ نے اپنے الہامات شائع کئے تھے اس وقت آپؑ کا نام دنیا میں کوئی شخص بھی نہیں جانتا تھا مگر اس کے بعد باوجود لوگوں کی مخالفت کے آپؑ کو وہ عزت اور رتبہ حاصل ہوا کہ دشمن بھی اب آپ کی عزت کرتے ہیں اور آپ ایک (مذہبی) لیڈر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ جو ابتداءً آپ کی مخالف تھی اور آپؑ سے بدظن تھی آپؑ کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ دنیا کے دور کناروں تک آپ کا نام پھیلا ہے اور اس قسم کا عشق رکھنے والے اور محبت رکھنے والے لوگ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں کہ وہ اپنی جان تک آپ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور یورپین جو (دین حق) کے دشمن تھے انہوں نے آپؑ کے ذریعے سے (دین حق) کو قبول کیا ہے اور آپؑ کی محبت میں اس قدر سرشار ہیں کہ ان میں سے ایک شخص نے مجھے لکھا ہے کہ مجھ پر مرزا صاحب نے احسان کیا ہے کہ ان کے ذریعے سے مجھے (دین حق) جیسی نعمت عطا ہوئی ہے اس کا اثر مجھ پر اس قدر ہے کہ میں سوتا نہیں جب تک آنحضرتؐ کے ساتھ آپؑ پر بھی درود نہیں بھیج لیتا۔ یہ عزت اور یہ احترام اور یہ محبت باوجود لوگوں کی اس قدر مخالفت کے کبھی حاصل نہیں ہوسکتی اگر آپ مفتری علی اللہ تھے۔

آپؑ نے جب دعویٰ کیا تو آپؑ اکیلے تھے،لیکن باوجود اس کے کہ مولویوں، پیروں، گدی نشینوں، پنڈتوں، پادریوں، امیروں۔ عام لوگوں اور شروع شروع میں حکام نے بھی اپنا زور لگایا کہ لوگ آپ کی بات کو نہ مانیں اور آپؑ کے سلسلے میں داخل نہ ہوں۔ ایک ایک کر کے لوگ آپ کے سلسلہ میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ غرباء میں سے بھی اور امراء میں سے بھی علماء میں سے بھی اور صوفیاء میں سے بھی ۔مسلمانوں میں سے بھی اور ہندوؤں اور عیسائیوں میں سے بھی، ہندوستانیوں میں سے بھی اور دوسرے ممالک کے لوگوں میں سے بھی، یہانتک کہ آپؑ کی وفات کے وقت آپؑ کی جماعت ہزاروں سے نکل کر لاکھوں تک ترقی کر چکی تھی اور اب تک برابر ترقی کرتی

چلی جا رہی ہے حتیٰ کہ خود آپ کی مملکت میں بھی باوجود اس کے کہ اس سلسلے کے دو مخلص آدمی صرف مذہبی اختلاف کی بناء پر ملانوں کی دھوکا دہی کی وجہ سے قتل کئے گئے تھے یہ جماعت ترقی کر رہی ہے اور قریباً ہر صوبہ میں اس جماعت کے کچھ نہ کچھ آدمی پائے جاتے ہیں اور علاوہ ازیں اس جماعت کے لوگ عرب میں بھی ہیں، ایران میں بھی ہیں، روس میں بھی ہیں، امریکہ میں بھی ہیں، مغربی، شمالی اور جنوبی علاقہ جات افریقہ میں بھی ہیں، آسٹریلیا میں بھی ہیں اور یورپ میں بھی ہیں، ایک محکوم قوم کے ایک فرد کی اطاعت میں حاکم قوم کے افراد کا آجانا اور پھر اس دین کو مان کر جس کے خلاف نسلاً بعد نسلٍ ان کے دلوں میں تعصب بٹھایا گیا تھا بِلا نصرت الٰہی کے نہیں ہوسکتا۔

آپؑ کو لوگوں نے قتل بھی کرنا چاہا۔ زہر سے بھی مارنا چاہا۔ عدالتوں میں بھی آپؑ کو گھسیٹا اور جھوٹے مقدمات بھی آپؑ پر قائم کئے اور عیسائی اور ہندو اور (مسلمان) سب آپس میں مل گئے تا پہلے مسیح کی طرح دوسرے مسیح کو بھی صلیب پر لٹکا دیں، لیکن ہر دفعہ آپؑ کامیاب ہوئے اور ہر حملہ سے آپ محفوظ رہے۔ روز بروز خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت بڑھتی گئی۔

آپؑ اشاعت (دین حق) اور تجدید (دین حق) کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ ان دونوں کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلصوں کی ایک جماعت دی، مال بھی دیا۔ حتیٰ کہ اس وقت چار پانچ لاکھ روپیہ سلسلہ کی طرف سے سالانہ دینی کاموں پر صرف ہوتا ہے۔ کئی اخبارات اشاعتِ (دین حق) کے لئے پنجاب، بنگال، سیلون، ماریشس اور امریکہ سے جاری ہیں اور سینکڑوں کتابیں آپ کی تائید میں لکھی گئی ہیں۔ لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کے لئے کھولتا ہے اور ہزاروں ہیں جن کو رؤیا کے ذریعے سے یا الہام کے ذریعے سے یا کشف کے ذریعے سے آپؑ کی سچائی بتائی گئی ہے۔ اور باوجود مخالف ہونے کے ان کے دلوں میں آپؑ کی محبت ڈالی گئی ہے۔

غرض باوجود ہر طرح کے مخالف سامان ہونے کے اور ہر طرح کی مخالفت کے اور ہر طرح کی کمزوری کے اور غیر معمولی کام کے آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور ایک ایسی جماعت جو

ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور اپنے سینوں میں (دین حق) کی اشاعت کی آگ رکھتی ہے آپ نے تیار کر دی اور کیا بلحاظ عزت کے اور کیا بلحاظ مال کے اور کیا بلحاظ اقتدار کے اور کیا بلحاظ رعب کے آپ کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا رہا ہے۔

پس اگر اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا یہ قانون سچا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کون سچا ہو سکتا ہے؟ کہ سچا مامور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد پاتا ہے اور مفتری علی اللہ رسوا کیا جاتا ہے اور ہلاک کیا جاتا ہے تو پھر حضرت اقدس کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا اور اگر باوجود اس دلیل کے آپؑ کی صداقت میں شبہ کیا جائے تو پھر سوال کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے انبیاء کی صداقت کا کیا ثبوت ہے؟

میں اپنے مطلب کی وضاحت کے لئے پھر یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا یہ مطلب نہیں کہ حضرت اقدس اس لئے سچے تھے کہ آپؑ پہلے کمزور تھے مگر پھر آپؑ کو عزت اور رتبہ حاصل ہو گیا ایسی عزتیں تو بہت سے لوگوں کو ملی ہیں۔ نادرخاں ایک کمزور آدمی تھا۔ پھر عزت پا گیا۔ نپولین ایک معمولی آدمی سے دنیا کا فاتح بن گیا، مگر باوجود اس کے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لوگ اللہ کے پیارے اور بزرگ تھے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ:۔

ا۔ حضرت اقدسؑ نے دعویٰ کیا تھا کہ آپؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اگر وہ اس دعوے میں مفتری تھے اور جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکا دے رہے تھے تو آپ کو ہلاک ہو جانا چاہئیے تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ ایسے مفتری کو وہ ہلاک کرتا ہے۔

۲۔ آپؑ کی ترقی کے لئے کوئی دنیاوی سامان موجود نہ تھے۔

۳۔ آپ کی مخالفت پر ہر ایک جماعت کھڑی ہو گئی تھی اور کوئی جماعت بھی دعوے کے وقت آپؑ کی اپنی نہ کہلاتی تھی جس کی مدد سے آپؑ کو ترقی حاصل ہوئی ہو۔

۴۔ آپؑ نے دنیا سے وہ باتیں منوائیں جن کے خلاف قدیم اور جدید خیالات کے لوگ تھے۔

۵۔ باوجود اس کے آپ کامیاب ہوئے اور آپؑ نے ایک جماعت قائم کر دی اور اپنے

خیالات کولوگوں سے منوالیا۔اور دشمن کے حملوں سے بچ گئے اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات آپ کے لئے نازل ہوئیں۔

یہ پانچ باتیں جھوٹے میں کبھی جمع نہیں ہوسکتیں۔ یہ باتیں جب بھی کسی میں جمع ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا،اور راستباز ہوگا ورنہ راستبازوں کی راستبازی کا کوئی ثبوت باقی نہیں رہے گا۔

ہاں اگر کوئی شخص مدعٔی ماموریت نہ ہو۔یعنی خواہ بالکل مدعی ہو ہی نہیں جیسے نادرخان یا نپولین یا مدعٔی ماموریت نہ ہو بلکہ کسی اور بات کا مدعی ہو،مثلاً جیسے خدائی کا مدعی ہو،یا یہ کہ وہ دیوانہ ہو وہ اس معیار کے ماتحت نہیں آتا۔اسی طرح ایسا عقیدہ رکھنے والا بھی کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اللہ کی طرف سے کہہ رہا ہے اس معیار پر پرکھا نہیں جا سکتا۔شیخیہ فرقہ اسی قسم کا عقیدہ رکھتا تھا۔اس کا خیال تھا کہ دنیا میں ہر وقت ایسے لوگ موجود رہتے ہیں جو مہدی کی رضاء کی ترجمانی کرتے ہیں اور مہدی کی مرضی خدا کی مرضی ہے۔پس ان کی زبان پر جو کچھ جاری ہو یا جو کچھ ان کے دل میں آئے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔علی محمد باب اور بہاء اللہ بانیٔ فرقہ بہائیہ اسی فرقہ میں سے تھے۔ایسے لوگ چونکہ عقیدتاً اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں،اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے کہہ رہے ہیں اس لئے وہ بھی **متقول** نہیں کہلا سکتے اور اس سزا کے مستحق نہیں جس سزا کے جان بوجھ کر جھوٹ باندھنے والے لوگ مستحق ہیں۔

اسی طرح اس شخص کی عارضی ترقی بھی اس کی صداقت کی دلیل نہیں جس کی ذاتی وجاہت لوگوں کو اس کے ماننے پر مجبور کردے یا کوئی جماعت جس کی پشت پر ہو،یا جو عوام الناس کے خیالات کی ترجمانی کرر ہا ہو۔یا علوم جدیدہ کے میلان کی طرف لوگوں کو لا رہا ہو،یا ایک یا دوسری وجہ سے لوگ اس کی مخالفت سے باز رہیں۔

(دعوۃ الامیر ص ۱۷۵ تا ۱۸۲)